۳۳واں باب

نبوّت کا پانچواں سال (جاری)

قصص: آدم علیہ السلام و ابلیس، موسیٰ و خضر علیہما السلام اور ذوالقرنین

۳۳واں باب

قصص: آدم علیہ السلام و ابلیس، موسیٰ و خضر علیہما السلام اور ذوالقرنین

پچھلے باب میں اصحابِ کہف کا قصّہ گزر چکا ہے، اب کفّار مکّہ کے تین سوالوں میں سے بقیہ دو واقعات موسیٰؑ و خضر اور ذوالقرنین کی تفصیلات باقی ہیں جو انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا امتحان لینے کے لیے دریافت کی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے سُوْرَۃُ الْکَھْف نازل فرمائی جس میں ان دونوں واقعات سے قبل اہلِ مکّہ کو نصیحت کی جا رہی ہے کہ جس دنیا پر تم مرے جا رہے ہو اور جس دنیا کی بڑائی اور معیار کی خاطر تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کر رہے ہو وہ دنیا انتہائی بے ثبات و بے حقیقت ہے بس ایک نظروں کو لبھانے والی گھاس کی مانند، جو جلد بھس بننے والی ہے نیز اہلِ مکّہ کو سمجھایا جا رہا ہے کہ اللہ کے عذاب کو مذاق نہ سمجھو، اپنے زعم میں اُس کا مطالبہ نہ کرو۔ اہلِ مکّہ کی اس دعوت کی مخالفت کے پسِ پردہ، لاشعوری طور پر اُن کا اس دنیا کے مال و دولت، اس کی نعمتوں اور یہاں کی عزت و قدر و منزلت اور کامیابیوں پر فدا ہونا تھا۔ غار والوں کا قصّہ سنا کر اُس سے دلوں میں جو آخرت کا خوف پیدا ہوا اُس سے فائدہ اُٹھا کر اللہ تعالیٰ اُن کے دوسرے سوالوں کا جواب دینے سے قبل دنیا کی بے ثباتی اور اس کی ناپائیداری کی طرف متوجہ کر رہے ہیں اور ساتھ ہی اُس ہول ناک منظر کو بھی بیان کر رہے ہیں جس سے مجرمین یعنی اس دعوت کو قبول نہ کرنے والوں کا سابقہ پیش آنا ہے:

حیاتِ دنیا کی مثال وہ روئیدگی ہے جو بھس بن جاتی ہے۔

اور اے نبیؐ، انھیں دُنیوی زندگی کی حقیقت آسمان سے برسنے والی بارش کے ذریعے اُگ آنے والی گھنی نباتات سے سمجھاؤ جو اپنے جوبن پر کیا ہی دل کو لبھاتی ہے پھر وہی نباتات بُھس بن کر رہ جاتی ہیں جسے ہوائیں اُڑائے لیے پھرتی ہیں، اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ بعینہٖ یہ مال و اولاد محض دُنیوی زندگی کی چند روزہ رونق ہے۔ تمھارے رب کے نزدیک نتیجے کے لحاظ سے باقی رہ جانے والی اصل چیز تو نیکیاں ہیں انھی سے آخرت کے لیے اچھی اُمیدیں رکھی جا سکتی ہیں۔ اُس دن کی فکر کرو جب ہم

پہاڑوں کو چلائیں گے، اور تم زمین کو بالکل عریاں (کھلا میدان) دیکھو گے، وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْأَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ۚ ﴿٤٧﴾ اور ہم تمام انسانوں کو اکٹھا کریں گے تو کسی ایک کو بھی نہ چھوڑیں گے اور سارے انسان تیرے رب کے سامنے صف بستہ پیش کیے جائیں گے...... آوازہ بلند ہوگا، دیکھ لو، تم ہمارے پاس آ گئے نا اُسی حال میں (خالی ہاتھ)، جیسا ہم نے تم کو پہلی بار (خالی ہاتھ) پیدا کیا تھا۔ تم نے تو یہ خیال کیا تھا کہ ہم نے تمھارے حساب کے لیے کسی مقررہ دن کا وعدہ ہی نہیں کیا ہے...... اور اعمال کا رجسٹر (نامۂ اعمال) سامنے موجود ہوگا۔ اُس وقت تم دیکھو گے کہ ہمارے نافرمان مجرم اپنے کرتوتوں کی وجہ سے اُس رجسٹر کے اندراجات سے ڈر رہے ہوں گے اور کہیں گے: ہائے ہماری شامت، یہ عجب رجسٹر ہے کہ ہمارا کوئی گناہ چھوٹا ہو یا بڑا، ہر ایک اس میں لکھا ہوا موجود ہے۔ جو کچھ انھوں نے کیا تھا وہ سب اپنے سامنے موجود پائیں گے اور تیرا رب کسی پر کوئی زیادتی نہ کرے گا۔ [مفہوم آیات ۴۵ تا ۴۹]

قصّہ آدمؑ و ابلیس کی طرف اشارہ، شیطان کی ذُرِّیّت کی پوجا

یاد کرو، جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے تعمیلِ حکم میں سجدہ کیا مگر ابلیس نے جو جِنّوں میں سے تھا سجدہ نہ کیا اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی۔ پس اب کیا تم لوگ اُس کو اور اُس کی ذُرّیّت (اولاد/متبعین) کو مجھے چھوڑ کر اپنا کارساز اور دوست بناتے ہو حالاں کہ وہ تمھارے دُشمن ہیں! اللہ کے مقابلے میں شیطان اور اس کی ذُرِّیّت کا انتخاب کتنا ہی بُرا بدل ہے جو نافرمان اور مشرکین اختیار کر رہے ہیں۔ میں نے نہ تو آسمانوں اور زمین کو پیدا کرتے وقت شیطان اور اُس کی ذُرّیّت کو بُلایا تھا اور نہ خود اُن کو پیدا کرتے وقت اُن کی کوئی مدد حاصل کی تھی، میں گم راہ کرنے والوں کو اپنا مددگار بنانے والا نہ تھا۔

قیامت کے روز ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جب اِن کا رب اِن سے کہے گا کہ پکارو اب اُن بناوٹی کارسازوں، مشکل کشاؤں اور دست گیروں کو جنھیں تم نے میرا شریک ٹھہرایا تھا۔ یہ اُن کو بلائیں گے، مگر وہ اِن کو کوئی جواب نہ دیں گے اور ہم ان نافرمانوں اور جن شیطانوں کی یہ اطاعت کرتے تھے، دونوں گروہوں کی ہلاکت اور عذاب کے لیے ایک ہی گڑھا بنا دیں گے۔ مُجرم اُس روز اس دوزخ کو دیکھیں گے اور جان لیں گے کہ وہ اسی میں گرنے والے ہیں اور اِس سے کوئی مفر نہیں پائیں گے۔ [مفہوم آیات ۵۰ تا ۵۳]

اہلِ مکّہ کی ہٹ دھرمی پر انھیں سابقہ اقوام کی مانند عذابِ الٰہی کا ڈراوا

ہم نے اِس قرآن میں لوگوں کو طرح طرح سے ہدایت کی طرف بلایا مگر انسان بہت ہی زیادہ حُجّت بازی کرنے والا واقع ہوا ہے۔اس دعوتِ توحید اور آخرت کے ڈراوے کے مقابلے میں جو ان کے سامنے پیش کیا جارہا ہے ان لوگوں کا ایک ہی بھونڈا روّیہ ہے کہ بجائے اس کے کہ تسلیم کرتے اور اپنے رب کے حضور مغفرت چاہتے وہ منتظر ہیں کہ اُن کے ساتھ بھی وہی کچھ ہو جو پچھلی قوموں کے ساتھ ہوچکا ہے، یا یہ کہ عذابِ الٰہی نمودار ہو جائے۔ [مفہوم آیات ۵۴ تا ۵۵]

اہلِ مکّہ کا محمد ﷺ سے یہ مطالبہ کتنا عجیب ہے کہ انھیں عذابِ الٰہی کا مشاہدہ کرایا جائے یا قیامت کو فوراً لایا جائے اور قیامت کی تاریخ بتائی جائے،اِن کے اس احمقانہ رویے پر کہا جارہا ہے کہ :

رسُولوں کو ہم عذابِ الٰہی یا قیامت کا مشاہدہ کرانے کے لیے نہیں بلکہ صرف اور صرف اس مقصد کے سوا اور کسی کام کے لیے نہیں بھیجتے کہ وہ نیکوکاروں کو ابدی کامیابی اور جنت کی خوش خبری دیں اور نافرمانوں کو دنیا اور آخرت کے عذاب سے ڈرائیں۔ مگر باطل پرستوں کا حال یہ ہے کہ وہ جہالت اور حماقت کی باتوں سے حق کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتے ہیں اور انھوں نے عذابِ دنیا اور جہنّم کی سزا بیان کرنے والی میری آیات کو مذاق بنالیا ہے۔اُس شخص سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوگا جس کو اُس کے رب کی آیات سے رہ نمائی کی گئی اور وہ بُرے انجام کا خیال کرنے کے بجائے اُن آیات سے منہ پھیر لے۔ جاہل اپنے لیے عذاب کا سروسامان خود ہی کررہے ہیں،اِن جاہلیت کے ماروں کے دلوں پر ہم نے پردے اور اُن کے کانوں میں ہم نے ایسی بندش لگادی ہے جو انھیں قرآن کی بات نہ سننے دیتی ہے اور اگر کان پڑ جائے تو سمجھنے نہیں دیتی ہے۔ تم انھیں ہدایت کی طرف کتنا ہی بُلاؤ، وہ کبھی ہدایت نہ پاسکیں گے۔

اِن کی اسی ڈھٹائی اور نافرمانی کے ساتھ عذاب کے لیے جلدی مچانے پر عذاب فوراً بھیج دیا جاتا مگر اے محمد ﷺ تیرا رب بڑا ہی عفو و درگزر سے کام لینے والا رحیم و کریم ہے۔ان کی سزا کے لیے ایک وقت مقرر کا وعدہ ہے اور اُس برے وقت سے بچ کر بھاگ نکلنے کے لیے یہ کوئی جائے پناہ نہ ڈھونڈ پائیں گے۔ یہ عذاب رسیدہ بستیوں کے آثارِ قدیمہ تمھارے سامنے موجود ہیں۔انھوں نے جب نافرمانی کی تو ہم نے انھیں تباہ و برباد کردیا اور ان میں سے ہر ایک کی تباہی و بربادی کا ہم نے ایک وقت مقرر کیا تھا، بتاؤ تم کیا چاہتے ہو؟ [مفہوم آیات ۵۶ تا ۵۹]

موسیٰ اور خضر علیہما السّلام کا واقعہ

اب اے محمد ﷺ ان مکذبین اور مستہزئین کو موسیٰؑ اور خضرؑ[11] کا قصّہ سناؤ جس کے بارے میں یہ سوال کر کے تم کو آزمانا چاہتے ہیں، تو اِن کو سناؤ:

سنو ذرا! جب موسیٰؑ نے اپنے شاگرد[12] سے کہا کہ خواہ کتنا ہی زمانہ نہ گزر جائے، میں اُس وقت تک چلتا ہی رہوں گا جب تک کہ دونوں دریاؤں کے سنگم[13] پر نہ پہنچ جاؤں۔ پس جب وہ دو دریاؤں کے ملنے کے مقام پر پہنچے تو اُن دونوں کی ناشتہ دان میں رکھی مچھلی کی طرف کوئی توجہ نہ تھی اور شاگرد نے دیکھا کہ وہ ناشتہ دان سے نکلی اور اُس نے سیدھی دریا میں راہ پکڑی۔ کچھ آگے بڑھ کر موسیٰؑ نے اپنے خادم سے کہا لاؤ ہمارا کھانا، اس سفر میں تو ہم بہت تھک گئے۔ شاگرد نے کہا، کیا عرض کروں کہ کیا عجب معاملہ ہوا؟ جب ہم اُس چٹان کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے، مجھے مچھلی کا کوئی خیال نہ تھا، کیا دیکھا کہ مچھلی تو عجیب طریقے سے ناشتہ دان میں سے نکل کر دریا میں چلی گئی۔ (یہ ایک معجزہ تھا) شیطان نے مجھ کو ایسا غافل کر دیا کہ میں اس عجیب واقعے کا آپ سے ذکر تک کرنا ہی بھول گیا۔ موسیٰؑ نے کہا یہی تو مقامِ مطلوب کی نشانی تھی۔ چناں چہ وہ دونوں اپنے نقشِ قدم یعنی جس رستے سے آئے تھے اُسی پر اُس مقام کے لیے واپس ہوئے۔ وہاں اُن کی ہمارے بندوں میں سے ایک بندے سے ملاقات ہوئی جس کو ہم نے اپنی رحمتِ خاص سے نوازا تھا اور اپنے خزانہ علم[14] سے اُسے خصوصی معلومات عطا کی تھیں۔ [مفہوم آیات ٦٠ تا ٦٥]

موسیٰؑ نے اُس شخص سے درخواست کی کہ کیا میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں تاکہ آپ مجھے بھی

---

١١ بعض اہلِ کتاب کہتے ہیں کہ خضرؑ کے پاس موسیٰ علیہ السلام، وہ معروف پیغمبر موسیٰ علیہ السلام نہیں بلکہ ایک اور صاحب تھے، جن کا نسب یوں ہے: موسیٰ بن یوسف بن یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیمؑ۔ بعض علماء نے یہی قول اختیار کیا ہے جن میں نوف بن فضالہ بکالہ بھی شامل ہیں، ان کی والدہ کعب احبار کے نکاح میں تھیں، مگر یہ قول صحیح نہیں ہے۔ قرآن مجید اور صحیحین کی احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ بنی اسرائیل کے پیغمبر موسیٰ بن عمران علیہ السلام ہی تھے جو خضر علیہ السلام کے پاس گئے تھے۔

١٢ مجمع البحرین کے اس مقام کے بارے میں مفسرین کے ہاں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض کا خیال ہے بحیرۂ احمر ہے اور بعض اسے دریائے نیل جانتے ہیں۔

١٣ ابی بن کعبؓ کا کہنا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے نوجوان (خادم) یوشع بن نون سے فرمایا۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے ان ہی کو نبوت سے سرفراز فرمایا۔

١٤ "علم لدنّی" کی اصطلاح زہّاد/صوفیاء نے اپنے لیے یہیں سے اخذ کی ہے، جس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ ایسا علم جو اللہ تعالیٰ اپنی خاص رحمت سے کسی کو عطا کر دے۔

اُس علم ودانش کا کچھ حصہ عطا کریں جو آپ کو سکھائی گئی ہے؟ اُس شخص نے جواب دیا: آپ میرے طور طریقوں پر صبر نہیں کر سکیں گے اور بہت زیادہ احتجاج کریں گے، اور اس احتجاج میں آپ بالکل حق بجانب ہوں گے کہ جن بے جا کاموں کی اصل حکمت سے آپ واقف نہ ہوں، اُن کاموں پر آپ کیوں صبر کریں اور احتجاج نہ کریں! وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ﴿٦٨﴾ موسیٰؑ نے کہا: اِن شاء اللہ آپ مجھے صبر سے برداشت کرنے والا پائیں گے اور میں کسی معاملے میں بھی آپ کی نافرمانی نہ کروں گا۔ اس نے کہا اچھا، اگر آپ میرے ساتھ چلتے ہیں تو اس شرط پر چلیں کہ مجھ سے کوئی بات نہ پوچھیں، جب تک کہ میں خود اس کا آپ سے ذکر نہ کروں۔ [مفہوم آیات ٦٦ تا ٧٠]

خضر علیہ السلام کا کشتی میں چھید کرنا: ان وعدوں اور وعید کے بعد دونوں روانہ ہوئے اور وہ ایک کشتی میں سوار ہو کر چلے تو خضرؑ نے کشتی میں چھید کر دیا۔ موسیٰ نے کہا: آپ نے اِس میں شگاف ڈال دیا ،اس حرکت سے تو سب کشتی والوں کے ڈوب جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا! یہ تو آپ نے بڑی عجیب حرکت کی! اس نے کہا: میں نے تم سے پہلے ہی نہ کہا تھا کہ تم میرے کاموں پر چپ نہیں رہ سکو گے، موسیٰؑ نے اپنے وعدے کو یاد کیا اور کہا: غفلت پر مجھے نہ پکڑیے، پہلی بار غلطی پر سختی نہ کریں اور میرے معاملے میں آپ ذرا نرمی سے کام لیں۔ [مفہوم آیات ٧١ تا ٧٣]

خضر علیہ السلام کا ایک لڑکے کو ناحق قتل کرنا: پھر وہ دونوں چلے، یہاں تک کہ آبادی میں اُن کو ایک لڑکا ملا اور خضرؑ نے اُسے قتل کر ڈالا۔ موسیٰؑ نے کہا: آپ نے بغیر کسی جرم کے ایک بے گناہ کی جان لے ڈالی حالاں کہ اُس نے کسی کو قتل نہیں کیا تھا، یہ تو آپ نے بہت ہی گناہ کا کام کیا! اُس شخص نے موسیٰ علیہ السلام کو آپس کا عہد یاد دلایا کہ: اے موسیٰؑ میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا نا کہ تم میرے کاموں پر چپ نہیں رہ سکو گے! موسیٰؑ نے اپنی غلطی کا احساس کیا اور کہا کہ: ایک موقع اور دیں اگر اس کے بعد میں آپ سے کسی معاملے کے بارے میں کچھ پوچھوں تو آپ مجھے ساتھ نہ رکھیے گا۔ لیجیے، اب تو میری طرف سے آپ کو آخری وعدہ مل گیا۔ [مفہوم آیات ٧٤ تا ٧٦]

خضر علیہ السلام کا بلا اُجرت ایک دیوار کی تعمیر نو کرنا: پھر وہ آگے چلے یہاں تک کہ ایک دوسری بستی میں آ گئے اور دستور کے مطابق حقِ مسافرت میں وہاں کے لوگوں سے کھانا طلب کیا مگر انھوں نے روایات کے برخلاف ان دونوں کی میزبانی سے انکار کر دیا۔ وہاں انھوں نے ایک خستہ دیوار دیکھی جو بس گرنے ہی والی ہو رہی تھی۔ اُس شخص نے اس دیوار کی مرمت کر کے اُس کو پھر سے

کھڑا رہنے کے قابل کر دیا۔ موسیٰؑ نے کہا: اگر آپ چاہتے تو اس کام کی اُجرت لے سکتے تھے تا کہ کھانے کا انتظام تو ہو جاتا۔ اُس نے کہا: بس میرے تمھارے درمیان جُدائی ہے۔

ناقابلِ فہم معاملات کی حقیقت و حکمت: اب میں تمھیں ان باتوں کی حقیقت بتاؤں گا جن پر تم چپ چاپ صبر نہ کر سکے۔ اُس کشتی کا معاملہ یہ ہے کہ وہ چند غریب لوگوں کی تھی جو دریا میں کشتی بانی سے اپنی روزی کماتے تھے۔ میں نے چاہا کہ اسے عیب دار کر دوں، کیوں کہ آگے ایک ایسے حکمران کا علاقہ تھا جو تمام کشتیوں کو چھین رہا تھا۔ اور معاملہ اُس لڑکے کا یہ تھا کہ اُس کے والدین مومن تھے، ہمیں اندیشہ ہوا کہ یہ لڑکا جوان ہو کر سرکشی، بُری حرکتوں اور ناشکری سے اِن کو تنگ کرے گا، اس لیے ہم نے چاہا کہ ان کا رب اس کے بدلے ان کو ایسا بیٹا دے جو شرافتِ نفس میں بھی اس سے بہتر ہو اور جس سے والدین کی خدمت بھی زیادہ ہو۔

اور آخری معاملہ دیوار کا یہ ہے کہ یہ اس بستی کے دو یتیم بچوں کی ہے اور اِس دیوار کے نیچے اِن بچوں کے لیے ایک خزانہ مدفون ہے اور ان کا باپ اللہ کا فرماں بردار نیک و صالح شخص تھا۔ اس لیے تیرے رب نے چاہا کہ یہ دونوں بچے بالغ ہوں اور اپنا خزانہ نکال لیں۔ یہ تینوں کام تمھارے رب کی رحمت و مرضی سے کیے گئے ہیں، میں نے کچھ بھی اپنی مرضی اور اختیار سے نہیں کیا ہے۔ یہ ہے حقیقت اُن معاملات کی جن پر تم خاموشی سے صبر نہ کر سکے۔ [مفہوم آیات ۷۷ تا۸۲]

ذُوالقرنین کے بارے میں تفصیلات

اور اے محمدؐ، یہ تم کو جھٹلانے والے ذُوالقرنین کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ آپؐ اُن سے کہیے کہ میں اس کا کچھ سبق آموز حال تم کو سُناتا ہوں۔ ہم نے اس کو زمین پر بڑا اقتدار بخشا تھا اور اُسے جہاں بانی کے لیے ہر طرح کے اسباب و وسائل عطا کیے تھے۔

ذُوالقرنین[۱۵] کی تا حدِّ غروب آفتاب تک پہلی مہم: اُس کی پہلی مہم مغرب کی جانب کوچ کرنے کی تھی حتیٰ کہ جب وہ انتہائی مغرب [جہاں تک اس سمت میں خشکی کا سفر ممکن تھا] یعنی غروبِ آفتاب کی حد تک پہنچ گیا، تو اُس نے سُورج کو ایک سیاہ چشمے [یا سمندر] میں ڈوبتے دیکھا۔ اور وہاں اُسے ایک قوم ملی۔ ہم نے کہا: اے ذوالقرنین چاہو تو اِن کو عذاب دو اور چاہو تو اِن کے ساتھ نیک

[۱۵] بحیرۂ روم کے ساحل تک جا پہنچا Mediterranean Sea ۔

رویّہ اختیار کرو۔ ذوالقرنین نے کہا: ان میں سے جو گناہ کا کام کرے گا ہم اس کو سزا دیں گے، پھر وہ اپنے رب کی طرف لوٹایا جائے گا جہاں اُسے زیادہ سخت عذاب ملے گا۔ رہے وہ لوگ جو ایمان اور عملِ صالح اختیار کریں گے اُن کے لیے اچھی جزا ہے اور ہم اُن سے نرم رویہ برتیں گے۔

ذُوالقرنین کی مقامِ طلوعِ آفتاب کے لیے دوسری مہم: پھر اُس نے دُوسری مہم کی تیاری کی یہاں تک کہ طلوعِ آفتاب کی جگہ تک جا پہنچا۔ وہاں اس نے دیکھا کہ سُورج ایک ایسی غیر ترقی یافتہ قوم پر طلوع ہو رہا ہے جس کے پاس دُھوپ سے بچنے کے لیے کوئی سائبان تک نہیں تھے۔ [اِن مہمات سے اندازہ کرو] ذوالقرنین کی زبردست قوت اور اُس کے پاس وسائل کا کیا عالم تھا! اور اُس کے پاس جو کچھ تھا ہمارا عطا کیا ہوا تھا اور اُسے ہم جانتے تھے۔

یاجوج ماجوج سے دفاع کے لیے تعمیر دیوار کی تیسری مہم: پھر ذُوالقرنین نے ایک تیسری مہم کا قصد کیا یہاں تک کہ وہ جب دو پہاڑوں کے درمیان ایک درّے میں پہنچا تو وہاں اُسے ایک اجنبی زبان بولنے والے لوگوں کی ایک قوم ملی جو مشکل ہی سے کوئی بات سمجھ سکتی تھی۔ اُن لوگوں نے کہا کہ: اے ذوالقرنین، قریب کی سرزمین سے یاجوج اور ماجوج ہمارے ملک میں داخل ہو کر بہت فساد مچاتے ہیں۔ تو کیا ہی بہتر ہو کہ تم ہمارے اور ان کے علاقوں کے درمیان ایک دیوار تعمیر کر دو کہ وہ ہمارے علاقے میں داخل ہی نہ ہو سکیں۔ ذوالقرنین کو اس کام پر آمادہ پا کر انھوں نے سوال کیا کہ تو کیا ہم اِس کام کے لیے تمھیں کوئی ٹیکس دیں؟ اُس نے کہا: جو کچھ میرے مالک نے مجھے عطا کیا ہے وہ بہت کافی ہے۔ البتہ تم بس افرادی قوت سے میری اعانت کرو، میں تمھارے اور ان کے درمیان راستہ بند کیے دیتا ہوں۔ مجھے اس تعمیر کے لیے لوہا لا کر دو، بالآخر جب دونوں پہاڑوں کی درمیانی جگہ کو اس نے لوہے سے پاٹ دیا تو لوگوں سے کہا: کہ اب اِس پر آگ دہکاؤ۔ یہاں تک کہ یہ آہنی دیوار آگ کی طرح سُرخ انگارہ ہو گئی تو اس نے کہا: کہ اب پگھلا ہوا تانبا لاؤ جسے میں اس پر انڈیلوں۔ یہ بند ایسا تھا کہ یاجوج وماجوج اس پر چڑھ کر بھی نہ آسکتے تھے اور اس میں نقب لگانا تو ان کے لیے اور بھی مشکل تھا۔ تعمیرِ دیوار کی تکمیل پر ذوالقرنین نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ: یہ اتنا بڑا کام انجام دینے میں میری کوئی بڑائی نہیں، یہ میرے رب کی رحمت ہے۔ یاد رکھو جب میرے رب کے وعدے کا وقت آئے گا تو وہ اس مضبوط آہنی اوٹ کو زمین بوس کر کے ہموار کر دے گا اور میرے مالک کا وعدہ تو پورا ہو کر ہی رہنا ہے۔ [مفہوم آیات ۸۳ تا۹۸]

اختتامِ سورۃ: اہلِ مکّہ کے سامنے احوالِ قیامت، اللہ کی قدرت اور رسول کا مقام

روزِ محشر انسانوں کا اجتماع اور اعمال ناموں کا پیش ہونا: روزِ قیامت ہم لوگوں کو فوج در فوج چھوڑ دیں گے کہ وہ سمندر کی موجوں کی مانند ایک دُوسرے سے باہم ٹکرائیں، اور صُور پھُونکا جائے گا، اس طور ہم سب انسانوں کو ایک ساتھ جمع کریں گے۔ اور پھر ہم جہنّم کو کافروں کے روبرو لائیں گے، جو میری نصیحت کی طرف سے اندھے بنے ہوئے تھے اور کچھ سُننے کے لیے تیار ہی نہ تھے۔ جاہل مشرکین جہنّم کو دیکھ کر اپنے انجام سے آگاہ ہو جائیں گے، تو اے محمدؐ کیا آپؐ کو جھٹلانے والے لوگوں نے یہ خیال کیا ہے کہ مجھے چھوڑ کر میرے بندوں کو اپنا کارساز اور حاجت روا قرار دے لیں؟ ہم نے ایسے جاہل کافروں کی ضیافت کے لیے جہنّم تیار کر رکھی ہے۔ اِنَّآ اَعۡتَدۡنَا جَهَنَّمَ لِلۡكٰفِرِيۡنَ نُزُلًا ﴿١٠٢﴾ [مفہوم آیات ۹۹ تا ۱۰۲]

انسانوں کی شب وروز کی جدوجہد کا انجام: سورۃ اپنے اختتام کی جانب گرتی ہوئی آب شار کی مانند نازل ہورہی ہے، پکار پکار کر انسانوں کو اُن کے رب کی طرف بلاتی اور پالتو جانوروں کی مانند دنیا کے پیچھے دُم ہلانے میں ہمہ تن مصروف انسانوں کو پیغام دیتی ہے کہ اس دنیائے فانی کو اپنا مقصود سمجھ کر اس کے پیچھے اپنا وقت ضائع نہ کریں۔ اِن سطور کو پڑھنے والے ذرا احتیاط اور توجہ سے مطالعہ کریں!

اے محمدؐ دنیا میں مست اپنی قوم کے لوگوں کو بتاؤ کہ اس زندگانی کی شب وروز کی جدوجہد میں سب سے زیادہ ناکام ونامراد لوگ کون ہیں! وہ لوگ ہیں کہ دنیا کی زندگی میں جن کی ساری سعی وجہد راہِ راست سے بھٹکی رہی اور دنیا بنانے ہی میں اکارت گئی، وہ اس زعم میں رہے کہ وہ سب کچھ اچھا کر رہے ہیں۔ اَلَّذِيۡنَ ضَلَّ سَعۡيُهُمۡ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَهُمۡ يَحۡسَبُوۡنَ اَنَّهُمۡ يُحۡسِنُوۡنَ صُنۡعًا ﴿١٠٤﴾ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے آقا و مالک کے احکامات و فرامین کی نہ تابع داری کی اور نہ ہی انھیں تسلیم کیا اور نہ ہی مرنے کے بعد اُس کے دربار میں پیشی کا یقین کیا۔ اس لیے اُن کی زندگی بھر کی ساری کوششیں بے کار چلی گئیں (سارے اعمال غارت ہو گئے)۔ قیامت کے روز ہم ان کی دنیا میں بھاگ دوڑ کو کوئی اہمیت نہیں دیں گے اور نہ ہی اُسے کوئی قیمت/وزن ملے گا۔ اُس انکار اور استکبار کی روش کے بدلے میں جو انھوں نے میرے رسولوں کے ساتھ اختیار کی اور اُس مذاق کی پاداش میں جو وہ میری آیات اور میرے

رسُولوں کے ساتھ کرتے رہے اُن کی جزا جہنّم کی بھڑکتی آگ ہے۔

اِن کے مقابلے میں وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنھوں نے نیک عمل کیے، بلاشبہ اُن کی آخرت میں میزبانی کے لیے ہمیشگی کے باغ ہوں گے جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور کبھی اُس جگہ سے نِکل کر کہیں اور نہ جانا چاہیں گے۔

اللہ کی صنّاعی اور قدرت کی تفصیلات کے لیے سمندروں جتنی روشنائی ناکافی ہے:
اے محمدؐ، کہو کہ اگر سمندر میرے رب کی حکمتیں اور صناعی لکھنے کے لیے روشنائی بن جائے تو میرے رب کی باتیں ختم ہونے سے پہلے ہی وہ روشنائی ختم ہو جائے گی اور اگر اتنی ہی روشنائی کا ایک سمندر ہم اور لے آئیں تو وہ روشنائی بھی کافی نہ ہو گی۔ [مفہوم آیات ۱۰۳ تا ۱۰۹]

میں تمھارے ہی جیسا ایک انسان ہوں: اب اختتام سورۃ پر بہت ہی کانٹے کی بات، بات جو اہلِ مکّہ تمھارے اعتراض اور استعجاب کا باعث بنتی ہے، وہی اصلی حقیقت ہے کہ اللہ کا نبیؐ ایک انسان ہے جیسے تم انسان ہو مگر ایک بڑے فرق اور شرف کے ساتھ کہ اُس کے پاس خالق و مالکِ کائنات کی طرف سے پیغام آتے ہیں اور وہ اُس بزرگ ہستی سے رابطے میں رہتا ہے، یہی وحی کا حامل ہونا اُسے واجب الاطاعت بناتا ہے اور رسول کی اتباع اور اُس پر بھیجی ہوئی کتابِ الٰہی کو تسلیم کرنا اسلام کا جاہلیت کے مقابلے میں اصل اور حقیقی فرق قرار پاتا ہے۔

قُلۡ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُکُمۡ یُوۡحٰۤی اِلَیَّ اَنَّمَاۤ اِلٰـهُكُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ: اے محمدؐ، کہو کہ میں تو تم ہی جیسا ایک انسان ہوں مگر میرے پاس خالق و مالکِ کائنات کی طرف سے پیغام آتے ہیں اور اُس بزرگ ہستی سے رابطے میں رہتا ہوں، مجھے ہدایت کی گئی ہے کہ تمھیں بتاؤں کہ تمھارا اِلٰہ بس ایک ہی اللہ ہے، پس جو کوئی مرنے کے بعد آخرت میں اپنے خالق، مالک اور پروردگار سے ملاقات کی توقع رکھتا ہو، اُسے چاہیے کہ نیک عمل کرے اور عبادت و بندگی میں اپنے رب کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ کرے۔ فَمَنۡ كَانَ يَرۡجُوۡا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلۡيَعۡمَلۡ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشۡرِكۡ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا [مفہوم آیت ۱۱۰]

اگلے باب میں آگے بڑھنے کے بجائے ہم سورتوں کی نزولی ترتیب پر گفتگو کا آغاز کریں گے۔

☆☆☆☆